معاشرہ میں احسان وایثار کا اُسوۂ رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

’’حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ‘‘ سے مستنبط فقہی رہنما اصول

مولوی محمد طیب حنیف
متعلم دورہ حدیث، جامعہ

ابتدائے آفرینش سے یومِ ازل تک قائم سلطنت ومملکت کے مالک ومختار نے اس طلسماتی کارخانۂ عالم میں مختلف طبائع ومزاج کے حامل افراد کو عدم سے وجود بخشا، اور ان کی انفرادیت کو اجتماعیت کے سانچے میں ڈھالنے کی غرض سے ان کے مابین اُلفت ومحبت کا بیج بویا، جس کے ساتھ منسلک قرابت، اُخوت ورفاقت جیسے گراں قدر رشتوں کی پاسداری اور انہیں نبھانے کا تاکیدی حکم صادر کیا۔ اس نظامِ اجتماعیت کے قیام کو برقرار رکھنے کے لیے باہمی حسنِ سلوک اور رواداری کا درس دیا، جس نے ایک ایسے معاشرے وسوسائٹی کو وجود بخشا جس میں ایثار وہمدردی کے جذبات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور عملی زندگی کا حصہ بنایا جاتا تھا۔

اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی اجتماعیت کو برقرار رکھنے اور اس گلدستۂ رنگ وبو میں مزید حسن ونکھار پیدا کرنے کے لیے اپنے اصحابؓ کو احسان وایثار کا حکم دیا، اور اس سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفسِ نفیس مالی اعتبار سے کمزور وخستہ حال اصحابؓ کے ساتھ خصوصی تعاون کیا، جس کی ایک نظیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا مفصل واقعہ ہے۔ معرکۂ اُحد میں والد کی شہادت سے سرفرازی، ان کے سابقہ قرض وحقوق کی ادائیگی کا بار اور دیگر خانگی مشکلات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ رحم وشفقت کا معاملہ کیا، جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

’’عن جَابِرِ بْن عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَسِيْرُ عَلٰى جَمَلٍ لَهُ قَدْ اَعْيَا، فَاَرَادَ اَنْ يُسَيِّبَهُ، قَالَ: فَلَحِقَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا لِيْ، وَضَرَبَهُ، فَسَارَ سَيْرًا لَمْ يَسِرْ مِثْلَهُ، قَالَ: بِعْنِيْهِ بِوُقِيَّةٍ، قُلْتُ: لَا، ثُمَّ قَالَ: بِعْنِيْهِ، فَبِعْتُهُ بِوُقِيَّةٍ،

وَاسْتَثْنَيْتُ عَلَيْهِ حُمْلَانَهُ إِلٰى اَهْلِيْ، فَلَمَّا بَلَغْتُ اَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ، فَنَقَدَنِيْ ثَمَنَهُ، ثُمَّ رَجَعْتُ، فَاَرْسَلَ فِيْ اَثَرِيْ، فَقَالَ: اَتُرَانِيْ مَاكَسْتُكَ لِآخُذَ جَمَلَكَ؟ خُذْ جَمَلَكَ، وَدَرَاهِمَكَ فَهُوَ لَكَ.'' (۱)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ایک اونٹ پر جا رہے تھے جو تھک گیا تھا، انہوں نے اسے (جنگل میں) آزاد کرنا (یعنی چھوڑ دینا) چاہا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے آکر ملے اور میرے لیے دعا کی اور اونٹ کو مارا، پھر وہ ایسا چلا کہ وہ ایسا کبھی نہیں چلا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو میرے ہاتھ ایک اوقیہ پر بیچ ڈال۔ میں نے کہا: نہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو میرے ہاتھ بیچ دو۔'' میں نے ایک اوقیہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بیچ دیا اور اپنے گھر تک اس پر سواری کی شرط لگائی۔ جب میں اپنے گھر پہنچا تو اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قیمت میرے حوالے کی، میں واپس لوٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا بھیجا اور فرمایا: ''کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں تجھ سے تیرا اونٹ لینے کے لیے قیمت کم کراتا تھا؟ اپنا اونٹ اور پیسے لے جا، یہ تیرے لیے ہے۔''

اس مفصل واقعہ سے کم و بیش تیس فقہی و اصلاحی فوائد بفضل اللہ مستنبط ہوتے ہیں، جو ہدیۂ قارئین ہیں:

❶ - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری معجزہ: متعدد طرق سے مروی اس واقعہ میں صراحت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اونٹ شدید تھکاوٹ کی بنا پر چلنے سے عاجز آ گیا تھا، نیز اب اس کے ساتھ آئندہ منازل و مراحل کو طے کرنا نہایت دشوار معلوم ہوتا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس پوری صورت حال کو دیکھا تو اس اونٹ کے قریب تشریف فرما ہو کر اسے کچوکہ لگایا، جس سے وہ برق رفتار تیز دوڑنے لگا۔ (۲)

اس کے علاوہ دیگر متعدد مواقع پر اس قسم کے معجزات کا ظہور ہوا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر شاہد ہیں، جیسا کہ غزوۂ حنین سے قبل کفار کی جانب سے حملہ کی اطلاع ملنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت جرأت و دلیری کے ساتھ تن تنہا حضرت ابوطلحہؓ کے گھوڑے پر سوار ہو کر اس مقام کا جائزہ لیا، حالانکہ وہ گھوڑا چلنے کے قابل نہ رہا تھا، اور واپسی پر ارشاد فرمایا کہ میں نے تو اس گھوڑے کو گویا سمندر میں تیز رفتار دوڑتا محسوس کیا۔ (۳)

❷ - اکابر کا اصاغر کی نگہداشت کرنا اور امور مہمات میں اپنی تجرباتی آراء سے مطلع کرنا، جیسا کہ اس واقعہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ماموں نے اونٹ فروخت کیے جانے پر ناگواری کا اظہار کیا، اس ناگواری کی وجہ سے متعلق صاحبِ ''فتح المنعم'' لکھتے ہیں:

''درحقیقت عرب معاشرے میں اونٹ کا وجود ایک گراں قدر سرمایہ تصور کیا جاتا تھا، نیز

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس زمین سیرابی کے واسطہ کوئی دوسرا جانور میسر نہ تھا۔ بعض حضرات نے جو یہ رائے پیش کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قیمتِ مستحقہ سے کم ادا کیا، جس پر انہیں مستحقِ ملامت سمجھا گیا، یہ بات صریح البطلان ہے (چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی فیاض ذات سے یہ بات نہایت بعید ہے)۔''(۴)

❸ -مشتری کا مالک سے اس کی مملوکہ شئے کی بیع کے مطالبہ کرنے کا جواز: اس واقعہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری صورت حال کا بغور جائزہ لیا اور بیع کا از خود مطالبہ کیا۔(۵)

❹ -عقدِ بیع میں مساوَمہ (بھاؤ تاؤ) کرنا درست ہے، جیسا کہ اس قصہ میں ہے: ''أتراني ماكستك لآخذ جملك، خذ جملك، ودراهمك، فهو لك''(۶)

المماكسة: ثمن میں کمی کے مطالبہ کو کہا جاتا ہے، اسی سے ''مکس الظالم'' جبراً ٹیکس وصولی کو کہتے ہیں۔(۷)

❺ -کنواری عورت سے نکاح مستحب ہے۔ یہی وجہ ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے استفہامِ انکاری کے ساتھ دریافت کیا: ''أفلا تزوجتَ بكرا تلاعبها وتلاعبك؟''

اسی روایت کو مدار بناتے ہوئے امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں ''باب ما جاء في تزويج الأبكار'' کے عنوان سے ''ترجمة الباب'' قائم کیا۔

اس کی حکمت علماء نے زوجین کے مابین اُلفت ومحبت میں اضافہ ذکر کی ہے۔

❻ - اس واقعہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مرتبہ وفضیلت کا اظہار ہوتا ہے، جنہوں نے خانگی حالات ومصلحتِ عیال کو نفس اور اس کے طبعی تقاضوں پر مقدم رکھا، جیسا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی عورت سے نکاح کی وجہ بیان کی، فرمایا:

''استشهد والدي، ولي أخوات صغار، فكرهت أن أتزوج إليهن مثلهن، فلا تؤدبهن ولا تقوم عليهن، فتزوجتُ ثيّبًا لتقوم عليهن وتؤدبهن.''

یعنی میرے والد جنگ اُحد میں شہید ہوگئے تھے، میری چھوٹی بہنیں تھیں، انہی کے برابر نوعمر لڑکی کو نکاح میں لانا مجھے ناگوار ہوا، چونکہ وہ ان کی دیکھ بھال اور آداب ومعاشرت کے حوالے سے تلقین میں کامل نہیں ہوگی، لہٰذا میں نے ایسی عورت سے نکاح کو ترجیح دی جو شادی شدہ ہو، تاکہ وہ ان کی تعلیمِ آداب ومعاشرت پر توجہ دے سکے۔(۸)

اس سے ثابت ہوا کہ آج بھی اگر کوئی شخص خانگی احوال ومصلحت کے پیشِ نظر ثیبہ عورت سے نکاح

کرتا ہے تو یہ نکاح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس مبارک طرزِ عمل کی بنا پر باعثِ سعادت ہوگا۔

❼ - سفر سے واپسی پر مسجد میں دوگانہ رکعت سے ابتدا کرنے کے استحباب کا ثبوت ملتا ہے، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول بھی یہی تھا، جیسا کہ معجم طبرانی کی روایت میں ہے:

’’ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ -رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ- قال: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- لَا يَقْدَمُ مِنَ السَّفَرِ إِلَّا نَهَارًا فِيْ الضُّحٰى، فَإِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْـمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِ.‘‘

چنانچہ فقہاء نے اس عمل کو مستحب لکھا ہے۔(۹)

❽ - اس واقعہ سے ایک ضابطۂ معروف کی جانب بھی اشارہ ملتا ہے، وہ ’’الدال علی الخیر والإرشاد إلیه من أبواب البرّ‘‘ ہے۔

حدیث نبوی میں اس مفہوم کو ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے:

’’من دلّ علی خیر فلهٗ مثل أجر فاعله.‘‘(۱۰)

❾ - اس واقعہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت وفیاضی کا علم ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان فرماتے ہیں:

’’کان النّبيّ صلی اللہ علیه وسلم أحسنَ الناس، وأجودَ الناس، وأشجعَ الناس.‘‘(۱۱)

❿ - اس واقعہ سے انبیاء وصلحاء کے ہدایا کا تبرک اور ان کو حفاظت واہتمام سے رکھنے کی اصل معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے الفاظ روایات میں ملتے ہیں:

’’أعطاني أوقیّة من ذهب، وزادني قیراطًا، فقلت: لاتفارقني ز یادة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، فکان في کیس لي، فأخذهٗ أهل الشام یوم الحرّة، وفي روایة: ” لاأنفق أبدا.‘‘(۱۲)

’’نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک سونے کا اوقیہ دیا، اور ایک قیراط اضافی مرحمت کیا، میں نے اس وقت دل میں عہد کیا کہ اس اضافی ثمن کو اپنے سے کبھی علیحدہ نہ ہونے دوں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس ثمن کو کبھی خرچ اور استعمال میں نہیں لاؤں گا۔‘‘

بہرحال اس کو بطور حفاظت ایک تھیلی میں رکھا، مگر حرۃ کی لڑائی کے دن جو سن ۶۳ ہجری کو پیش آئی، جس میں اہلِ شام نے اہلِ مدینہ کے خلاف زور آزمائی کی تو میری وہ تھیلی اُٹھالے گئے، چنانچہ حکیم

الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو تبرک بآثار الصالحین کی اصل قرار دیا ہے۔ (۱۳)

⓫ - امیرِ لشکر کی اجازت سے بعض افراد کا دیگر رفقاء سے قبل اپنے مسکن لوٹنا درست ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔ (۱۴)

⓬ - قرض کی ادائیگی اور حقوقِ واجبہ کی سپردگی میں کسی دوسرے شخص کو وکیل مقرر کرنا درست ہے، اس واقعہ میں صراحت ملتی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے وکیل بنا کر ثمن کی ادائیگی کا حکم دیا۔ نیز یہ مسئلہ فقہاء کرام کے نزدیک بھی مسلم و متفق علیہ ہے۔ (۱۵)

⓭ - اپنے اصحاب واقرباء کو دعاؤں سے نوازنا چاہیے، چنانچہ اس واقعہ سے متعلق سننِ ترمذی میں واقع ایک طریق میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”استغفرلي رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ليلة البعير خمسًا وعشرين مرةً.“ (۱۶)

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے بیع وشراء کے معاملہ والی رات میں مجھے پچیس دفعہ دعائے مغفرت سے نوازا۔“

اس روایت کو اپنی سنن کا حصہ بنا کر امام ترمذیؒ اس رحم وشفقت کی وجہ کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

”دراصل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد نے معرکۂ اُحد میں جامِ شہادت نوش کیا، ان کی متعدد بیٹیاں تھیں، جن کی دیکھ بھال وپرورش کی ذمہ داری یک دم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے سر آئی، اس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔“

⓮ - مشکل حالات میں مالی تعاون: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفقاء واصحاب کے ساتھ مشکل حالات وگھڑی میں مالی تعاون کا عملی نمونہ پیش کیا، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اونٹ کی بیع وشراء کے معاملہ سے مقصود تعاون تھا، لہٰذا یہ حقیقتاً بیع نہیں تھی، بلکہ صورتاً اس پر بیع کا اطلاق کیا گیا، جیسا کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح ہے:

”قلتُ: فدلّ ذٰلك (إعادة المبيع مع الزيادة في الثمن) أن ذٰلك القول الأول لم يكن على التبايع.“ (۱۷)

نیز اس کی تائید حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے:

”فَلَمْ يَقْبَلْ مِنِّيْ إِلَّا بِثَمَنٍ رِفْقًا بِيْ.“ (۱۸)

⓯ - ان روایات کے ظاہر سے بیع بالشرط کا جواز معلوم ہوتا ہے، جس کو امام احمدؒ اور ان کے متبعین نے اختیار کیا ہے۔

البتہ جمہور ائمہ اس مسئلہ میں دیگر مستدلات وضوابطِ کلیہ کی روشنی میں اس کے عدمِ جواز کے قائل ہیں، جیسا کہ روایت میں ہے:

’’نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعٍ وَّشَرْطٍ.‘‘(۱۹)

نیز ایک روایت میں ہے: ’’أَنَّهٗ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثنيا.‘‘(۲۰)

بہرحال اس موضوع سے متعلق روایات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ذکر کردہ روایات میں تاویل و توجیہ ضروری ہے، تاکہ ان تمام روایات کے معانی ومفاہیم میں کسی قسم کا تعارض باقی نہ رہے۔(۲۱)

⑯- معمولی باتوں پر دل کو مکدر کرنا اور طبیعت پر بوجھ لینا یہ شرفِ انسانی کے خلاف ہے، اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص تعلق کے باوجود نکاح وولیمہ میں مدعو نہ کیا، مزید یہ کہ اطلاع ملنے پر آپ ﷺ نے ذرا بھر بھی ناراضی کا احساس نہ ہونے دیا، بلکہ ان کے ساتھ سخاوت وفیاضی کا معاملہ کیا، یہی صورت حال حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آئی، اس پر بھی آپ ﷺ نے ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔(۲۲)

⑰- بڑا بھائی اہل وعیال کی نگہداشت وکفالت میں بمنزلہ والد کے ہوتا ہے، اس مفہوم کی ادائیگی کے لیے معجم طبرانی میں یوں الفاظ ملتے ہیں:

’’الكبير من الإخوة بمنزلة الوالد.‘‘(۲۳)

واقعۂ مذکورہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک مشفق باپ کی طرح سے اپنے خانگی مسائل وحالات کو طبعی وذاتی تقاضوں پر مقدم رکھ کر سبق آموز داستان رقم کی۔

⑱- گائے میں سنت عمل ذبح کرنا ہے، جبکہ اونٹ میں اس کے برعکس نحر کرنا ہے، جیسا کہ اسی واقعہ سے متعلق تفصیلی روایات میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے واپسی پر مدینہ منورہ کے تین میل فاصلہ پر واقع صرار مقام پر گائے کے ذبح کا حکم دیا، جس کو تمام اصحاب رضی اللہ عنہم نے شکم سیر ہوکر کھایا۔(۲۴)

چنانچہ اس سلسلہ میں فقہاء احناف کا بھی یہی مسلک ہے۔(۲۵)

⑲- ثمن کی عدم موجودگی یا فی الفور عدم دستیابی کی صورت میں بیع کے جواز کا ثبوت: چونکہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو موضعِ عقد پر ثمن حوالہ نہیں کیا، بلکہ مدینہ منورہ پہنچنے پر اونٹ حاضرِ خدمت کرنے پر اُن کو ثمن سپرد کیا۔(۲۶)

چنانچہ مشہور عالم متبحر وفقیہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’صح بيعهٗ بثمن حال و مؤجل إلى معلوم.‘‘(۲۷)

⑳ - بڑوں کی بات کو توجہ سے سننا اور اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا، جیسا کہ واقعہ مذکورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے جب اونٹ برق رفتار تیز دوڑنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کو سوار ہونے کا حکم دیا، ابھی کچھ ہی لمحے گزرے تھے کہ وہ اپنی جگہ سے تیز رفتاری کے ساتھ دوڑ پڑا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بیع کی بات کرنے کے لیے قریب تشریف لانے کی کوشش کرتے، اور دوسری جانب حضرت جابر رضی اللہ عنہ آپ کی گفتگو کو سننے کی غرض سے گھوڑے کی لگام کو قابو کرنے کے لیے کوشاں تھے، جیسا کہ روایت میں الفاظ ملتے ہیں: ''فَكُنْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَحْبِسُ خِطَامَهٗ لِأَسْمَعَ حَدِيثَهٗ، فَمَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ.''(۲۸)

㉑ - روایت بالمعنی کے ثبوت پر دلیل: یہ واقعہ متعدد طرق واسانید سے مروی ہے، جن میں اونٹ کی قیمت کے بیان میں رواۃ کا شدید اختلاف پایا جاتا ہے، ایک، تین، پانچ اور سات اوقیہ مختلف تعداد منقول ہیں، جن میں تطبیق قدرے دشوار ہے، جیسا کہ حضرت انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

''واختلف الرواة في ثمن البعير على ستة أو سبعة أوجه، ولاحاجة عندي إلى طلب التوفيق بينهما.''(۲۹)

نیز قاضی عیاض مالکیؒ اس اختلاف کے بنیادی سبب پر کچھ یوں روشنی ڈالتے ہیں:

''وغاية سبب الاختلاف أنهم رووا بالمعنى.''(۳۰)

اس اختلاف کا منشا ومنتہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بالمعنی روایت کو نقل کرنا ہے۔

㉒ - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا ومقصد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس طور پر تعاون واحسان کرنا تھا کہ کسی دوسرے شخص کے دل میں اس کی طمع پیدا نہ ہو، چنانچہ عقدِ بیع کے بعد بھی اونٹ کو ان کے قبضہ میں برقرار رکھا، اور ثمن کی ادائیگی میں اضافہ فرمایا۔(۳۱)

㉓ - الفاظِ کنایات کے استعمال پر ثبوت: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''هو لك.''(۳۲)

اس بات سے کم وبیش ہر صاحبِ عقل بخوبی واقف ہے کہ کنائی الفاظ سے معنی مرادی کا سمجھنا قدرے سہل ہوتا ہے، جس سے انسان نفس میں راحت وخوشی محسوس کرتا ہے۔

㉔ - قرض کی ادائیگی کرتے ہوئے رقم میں بدون شرط اضافہ کرنا اور وزن کو جھکتا تولنا طریقۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اس واقعہ میں آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اونٹ کے ثمن سمیت اضافی اوقیہ دینے کا حکم دیا۔

سوید بن قیس رضی اللہ عنہ کی روایت سنن ترمذی میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، اور شلوار سے متعلق بھاؤ تاؤ کرنے لگے، بہرحال معاملہ طے ہونے پر ثمن وزن کرنے والے کو حکم دیا کہ اس

ثمن کو وزن کرو اور جھکتا تو لو۔ (۳۳)

㉕ - بڑوں کے سامنے ایسے مبہم جملوں کے استعمال سے احتراز کرنا چاہیے جو دائرہ ادب سے خارج معلوم ہوں، اس واقعہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالبۂ بیع پر انکار کا جملہ اسی وہم کو پیدا کرتا ہے، اگرچہ یہ ان کی مراد کے معارض ہے، جیسا کہ دیگر طرق سے عیاں ہوتا ہے: ''ثَبَتَ قَوْلُ جابرؓ ''لَا''، ولكن معناه'' لاأبيعه بل أهبه لك، والنفي يتوجه لترك البيع، لا لكلام رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم والدليل عليه رواية وهب بن كيسان عن جابرؓ عند أحمد: أتبيعني جملك هٰذَا يَا جَابر؟ قلت: بل أهبهُ لَك.''(۳۴)

㉖ - عقدِ بیع کی صحت سے متعلق ایک ضروری شرط ثمن کا متعین ہونا ہے، جس پر تمام ائمہ متفق ہیں۔ (۳۵) اس واقعہ میں اونٹ کی قیمت سے متعلق مختلف الفاظ ملتے ہیں، جن پر تبصرہ کرتے ہوئے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اختلفوا في ثمن الجمل اختلافًا لايقبل التلفيق، وتكلف ذٰلك بعيد عن التحقيق.... ثم قال: وإنما تحصل من مجموع الروايات أنهٗ باعه البعير بثمن معلوم بينهما، وزادهٗ عند الوفاء زيادة معلومة.''

یعنی اونٹ کی حقیقی قیمت سے متعلق روایات میں اس قدر شدید اختلاف ملتا ہے کہ جس میں تطبیق کی صورت ممکن نہیں، اور تطبیق کی بے جا کوشش تکلف سے خالی نہیں۔ چند سطور بعد فرماتے ہیں: ''مجموعۂ روایات سے یہ قدرے مشترک نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ثمن متعین کے ساتھ بیع کی، اور اضافۂ معلوم سے بھی نوازا۔ (۳۶)

㉗ - صلحاء کی برکت سے زندگی سنور جاتی ہے اور حسنِ خاتمہ نصیب ہوتا ہے، اس سلسلہ میں ابن عساکر نے بسندِ ابوالزبیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اونٹ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ تک میرے پاس رہا، لیکن جب وہ عمر رسیدہ ہوگیا تو میں اس سمیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس کا مکمل واقعہ عرض کیا، خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کو بیت المال کے سرکاری اونٹوں کا حصہ بنا کر عمدہ چراہ گاہ میں چرنے چھوڑ دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، حتیٰ کہ اس نے آخری سانس لیا۔ (۳۷)

㉘ - بڑوں کے سامنے حق بات یا اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے ان کے مرتبہ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مدینہ تک پہنچنے کے لیے اونٹ کے سپرد نہ کرنے کی شرط لگائی: ''فَبِعْتُهٗ عَلٰى اَنَّ لِيْ فَقَارَ ظَهْرِهٖ، حَتّٰى اَبْلُغَ الْمَدِيْنَةَ.''

اس واقعہ سے زیادہ حدیثِ بریرۃؓ اس قاعدہ کو واضح کرتی ہے۔ (۳۸)

㉙ - اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس ساتھی کے ساتھ بے تکلفی ہو، اس سے کسی چیز کا سوال یا مطالبہ کرنا درست ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا۔

㉚ - مسلمان بھائی کا ہدیہ قبول کرنا طریقۂ مسنونہ ہے۔ (۳۹)

حواشی و حوالہ جات

۱: صحيح مسلم، الاستسقاء، باب البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث:٤٠٩٧

۲: صحيح مسلم، الاستسقاء، باب البعير واستثناء ركوبه،رقم الحديث: ٤٠٩٧

۳: اس قسم کے متعدد واقعات کو قاضی عیاض مالکیؒ نے ''الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، فصل في كرامته وبركاته وانقلاب الأعيان لهٗ فيما لمسه أو باشرهٗ ﷺ'' میں یکجا کیا ہے، ملاحظہ ہو: ۳۳۰/ ۱، ط: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع

٤: فتح المنعم، ص:٤٣١/ ٦، ط: دار الشروق

٥: صحيح مسلم، الاستسقاء، باب البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث:٤١٠٠

٦: صحيح مسلم، باب البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث:٤٠٩٧

٧: النهاية لابن الاثير: ٣٤٩/ ٤، المكتبة العلمية

٨: صحيح مسلم، باب البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث:٤١٠٠

٩: الدر المختار وحاشية ابن عابدين: ٢٤/ ٢، ط: دار الفكر، بيروت

١٠: سنن الترمذي، أبواب العلم، باب ما جاء الدال على الخير كفاعله، رقم الحديث :٢٦٧١

١١: الكواكب الدراري، لشمس الدين الكرماني: ٣٩/ ١٢، دار إحياء التراث العربي

١٢: صحيح مسلم، باب البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث: ٤١٠٠

١٣: التكشف عن مهمات التصوف، ص:٤٥٩، ادارۂ تالیفات اشرفیہ

١٤: شرح النووي: ٣٦/ ١١، ط. دار إحياء التراث العربي، بيروت

١٥: البحر الرائق في شرح كنز الدقائق: ١٤٣/ ٧، ط: دار الكتاب الإسلامي

١٦: سنن ترمذي، كتاب المناقب، رقم الحديث: ٣٨٥٢

١٧: شرح معاني الآثار: ٥٦٤٧/ ٤، ط: عالم الكتب

١٨: فتح الباري لابن حجر في شرحه: ٣١٩/ ٥، دار المعرفة بيروت، لبنان

١٩: معجم الأوسط، رقم الحديث :٣٣٦١، ط : دار الحرمين، القاهرة

٢٠: سنن الترمذي، رقم الحديث :١٢٩٠

٢١: شرح معاني الآثار: ٥٦٤٧/ ٤

٢٢: سنن الترمذي: ٣٣٥٣

٢٣: المعجم الكبير للطبراني، ص: ٤٣٩٢/ ١٣، ط:مكتبة الإصالة والتراث

٢٤: مسلم، باب بيع البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث:٤١٠٠

٢٥: الدر المختار وحاشية ابن عابدين: ٣٠٣/ ٦، دار الفكر، بيروت، لبنان

٢٦: صحيح مسلم، باب البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث:٤٠٩٨
٢٧: الدر المختار شرح تنوير الأبصار، ص :٣٩٦، ط: دار الكتب العلمية
٢٨: صحيح مسلم، باب البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث :٤١٠٠
٢٩: فيض الباري، ص:١١١/ ٤، ط:دار الكتب العلمية ، بيروت، لبنان
٣٠: الكنز المتواري للشيخ زكريا الكاندهلوي: ١٤٨/ ١٢
٣١: فتح الباري لابن حجرؒ في شرحه:٣١٩/ ٥، ط: دار المعرفة بيروت، لبنان
٣٢: صحيح مسلم، باب البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث :٤٠٩٧
٣٣: سنن الترمذي، باب ما جاء في الرجحان في الوزن:١٣٠٥
٣٤: عمدة القاري: ٢٩٤/ ١٤، دار إحياء التراث العربي، بيروت
٣٥: بدائع الصنائع : ١٥٦/ ٥، ط: دارالكتب العلمية
٣٦: فتح الباري: ٣٢١/ ٥، دار المعرفة، بيروت، لبنان
٣٧: تاريخ ابن عساكر: ٢٢٥/ ١١، ط: دار الفكر
٣٨: صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب البيع والشراء مع النساء، رقم الحديث:٢١٥٦
٣٩: الهداية:٢٢٢/ ٣، دار إحياء التراث العربي، بيروت